وفاقی بجٹ 2014-15: ایک جائزہ

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز
اسلام آباد

وفاقی بجٹ 15-2014: ایک جائزہ*

سالانہ وفاقی بجٹ نہ صرف مرکزی حکومت کی آمدنی اور خرچ کی بیلنس شیٹ ہوتا ہے بلکہ یہ دستاویز حکومت کی معاشی پالیسیوں اور ترجیحات کا مظہر بھی ہوتی ہے۔ اس تناظر میں کسی بھی بجٹ کا تجزیہ کرنے کے لیے تین حوالے اہم ہیں: ایک یہ کہ ختم ہونے والی مالی سال میں کارکردگی کیا رہی؟ دوسرے یہ کہ بجٹ میں سامنے آنے والے اعلانات اور وعدے کیا ہیں اور تیسرے یہ کہ جو اعلانات اور وعدے اس بجٹ میں سامنے لائے گئے ہیں ان سے معاشی ترقی و بہتری کے لیے کیا امکانات پیدا ہوتے ہیں۔ سال 15-2014 کے لیے اعلان (اور منظور) کردہ بجٹ موجودہ حکومت کی جانب سے قریباً ایک سال کے عرصے کے دوران میں پیش ہونے والا دوسرا بجٹ ہے یہ مختصر جائزہ ان نکات کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے کہ اس حکومت کے پہلے سال کے دوران قومی معیشت کی کارکردگی کیسی رہی ہے، اس وقت معیشت کو درپیش نمایاں چیلنجز کیا ہیں اور آنے والے دنوں میں بجٹ کے اقدامات کا قومی معیشت پر کیا اثر ہوگا۔

معاشی کارکردگی۔ قومی معیشت کی صورت حال پر طائرانہ نظر

پاکستان اکنامک سروے 15-2014 کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معیشت کی صورت حال کسی بھی طرح تسلی بخش قرار نہیں دی جاسکتی!

پاکستان معیشت جن مشکلات سے نبرد آزما ہے ان میں سے کچھ تو لمبے عرصے سے) یا ہمیشہ سے) ہی موجود ہیں اور ان کو لازما سال 14-2013 کے دوران خراب کارکردگی کا نتیجہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان میں مالیاتی خسارہ، قرض، بیرونی ادائیگیوں کا

---

*انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد ہر سال وفاقی بجٹ کے جائزے کے لیے ممتاز ماہرین معیشت، دانشوروں اور کاروباری افراد کی شرکت کے ساتھ ایک نشست منعقد کرتا ہے۔ زیر نظر جائزہ بھی ایسی ہی ایک نشست کی کاروائی پر مبنی ہے جسے عرفان شہزاد، لیڈ کوارڈی نیٹر آئی پی ایس نے تیار کیا ہے۔

توازن سرمائے کی تشکیل نہ ہونا وغیرہ شامل ہیں! تاہم ختم ہونے والے مالی سال میں بھی معیشت نے کسی بھی طرح بہتر نتائج نہیں دکھائے۔

اکنامک سروے میں دکھایا گیا ہے کہ مجموعی طور پر معاشی نمو 4.14 فی صد رہی ہے جو سال 13-2012 کے % 3.7 کے مقابلے میں زیادہ ہے سروے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ پچھلے چھ سالوں میں سب سے بلند شرح نمو ہے۔ یہ شرح نمو خاص طور پر صنعتی شعبے کی نمو میں نمایاں بہتری کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے جو کہ گزشتہ سال کے % 1.37 کے مقابلے میں کافی بہتر یعنی 5.84 فی صد ریکارڈ کی گئی ہے۔ تاہم زراعت کے شعبے کی نمو مایوس کن یعنی % 2.12 رہی ہے جو گزشتہ سال کے 2.8 فی صد سے بھی کم ہے۔ خدمات کے شعبے میں نمو کم ہو کر گزشتہ مالی سال کے % 4.85 کے مقابلے میں 4.29 فی صد رہ گئی۔

ختم ہونے والے مالی سال کے دوران معیشت کی مجموعی کارکردگی ملی جلی رہی۔ کچھ حوالوں سے مثبت پیش رفت بھی دیکھنے میں آئی لیکن اس کو لازماً معیشت کے لیے کسی بنیادی بہتری سے تعبیر کرنا یقیناً درست نہیں ہو گا۔ روپے کی گرتی ہوئی قیمت اور ساکھ کو کسی حد تک سنبھالا مل گیا اور حسابات جاریہ کو بھی قابل برداشت سطح پر رکھنا ممکن ہوا ہے۔ ان کی بنیادی وجوہات سعودی عرب سے ملنے والے 1.5 ارب ڈالر اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی ترسیلات زر ہیں جو مالی سال کے پہلے دس مہینوں میں 13 ارب ڈالر ہو گئی ہیں۔ البتہ بہت سارے اہداف حاصل نہ کیے جا سکے۔

> پاکستان اکنامک سروے 15-2014 کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معیشت کی صورت حال کسی بھی طرح تسلی بخش قرار نہیں دی جا سکتی!

خود نمو کا 4.4 فی صد کا ہدف حاصل نہ ہوا اور یہ 4.1 فی صد تک محدود رہا۔ افراطِ زر بھی 8 فی صد کے ہدف سے کافی آگے یعنی 8.69 فی صد ہو گیا (اور یہ بھی حکومتی اعداد و شمار ہیں۔ زمینی حقائق بتاتے ہیں کہ اصل میں افراط زر کی شرح کافی زیادہ ہے)۔ قومی بچتیں اپنے ہدف یعنی مجموعی قومی پیداوار کے 14 فی صد سے بہت کم یعنی 12.9 فی صد رہیں اور یہ گزشتہ مالی سال کے

13.5 فی صد سے بھی بہت کم ہو گئیں۔ حسابات جاریہ کا خسارہ بھی گزشتہ مالی سال کے اسی عرصے کے 1.5 ارب ڈالر کے مقابلے میں 2.1 ارب ڈالر ہو گیا۔

ایک لمبے انتظار کے بعد حکومت پاکستان 3 جی / 4 جی سروسز کا نیلام کرنے میں کامیاب رہی۔ اسی طرح پاکستان تقریباً نصف دہائی کے بعد یورو بانڈز مارکیٹ میں داخل ہوا اور ابتدائی ردعمل حکومت کے لیے حوصلہ افزا تھا۔ ان دونوں پیش رفتوں کی وجہ سے معاشی منتظمین کے لیے نقد رقم ضرور میسر ہوئی ہے تاہم خاص طور پر یورو بانڈز کی وجہ سے ملک کے مجموعی قرض میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ فیڈرل بیورو آف ریونیو جس نے محصولات کے حوالے سے کبھی بھی اپنے اہداف حاصل نہیں کیے، اس مرتبہ بھی ناکام ہی رہا اور نظر ثانی شدہ ہدف سے بھی بہت دور!

> کچھ حوالوں سے مثبت پیش رفت بھی دیکھنے میں آئی لیکن اس کو لازماً معیشت کے لیے کسی بنیادی بہتری سے تعبیر کرنا یقیناً درست نہیں ہو گا۔

سماجی اشاریے بھی کوئی نمایاں بہتری دکھانے سے قاصر رہے۔ شرح خواندگی میں بہت ہی معمولی اضافہ یعنی 58 فی صد سے 60 فی صد (اور یہ بھی پرانے اعداد و شمار ہیں) ہوا۔ ڈالر کے حساب سے فی کس سالانہ آمدنی میں 3.5 فی صد اضافہ ظاہر کیا گیا ہے یعنی یہ اب 1387 ڈالر فی کس سالانہ ہو گئی ہے۔ تاہم یہ اضافہ روپے کے مقابلے میں ڈالر کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے 3.5 فی صد ہے، روپے کی صورت میں اضافہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ پہلو اپنی جگہ اہم ہے کہ فی کس سالانہ آمدنی میں اضافہ لازماً اس بات کا مظہر نہیں ہوتا کہ عام آدمی کی آمدن میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے غربت کے سرکاری اعداد و شمار سامنے نہیں لائے جا رہے تاہم وزیر خزانہ کا خود یہ کہنا ہے کہ ملک کی نصف آبادی خط غربت (جس کی وضاحت انہوں نے نہیں کی) سے نیچے ہے۔ اکنامک سروے کے مطابق بے روزگاری کی شرح 6 فی صد سے قدرے کم ہے جو زمینی حقائق کی غمازی کرتی نظر نہیں آتی۔

آج پاکستانی معیشت کی جو صورت حال نظر آتی ہے اس کی بنیادی وجوہات میں تقریباً ڈیڑھ دہائی سے جاری رہنے والی دہشت گردی کے خلاف جنگ اور نصف دہائی سے زیادہ عرصے سے درپیش توانائی کا بحران شامل ہیں۔ ان دونوں وجوہات سے معاشی سرگرمی بری طرح متاثر ہوئی اور سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بھی کافی نقصان پہنچا۔

حکومتی اعداد و شمار کس حد تک قابل بھروسہ ہیں؟ حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے اعداد و شمار کی اصلیت پر ہمیشہ سے ہی ایک سوالیہ نشان رہا ہے۔ تاہم اس وقت کچھ حلقوں کی جانب سے یہ نشان دہی کی جا رہی ہے کہ 4.14 فی صد شرح نمو دکھانے کے لیے حکومت نے لارج سکیل مینوفیکچرنگ کے اعداد و شمار مالی سال کے پہلے 9 ماہ کے لیے ہیں۔ اس عرصے کے دوران یہ شرح 5.3 فی صد رہی تاہم اگر دسویں ماہ کو بھی شامل کیا جائے تو اس شعبے کی شرح نمو 4.7٪ پر آجاتی ہے جس سے جی ڈی پی کی مجموعی شرح نمو بھی کم ہو کر 4 فی صد سے نیچے آجاتی ہے۔ اگرچہ یہ خود 4 فی صد کی شرح بھی پاکستان جیسے ملک کے لیے بہت کم ہے۔ ایسی صورت حال میں بحیثیت مجموعی حکومتی اعداد و شمار کی ساکھ قابل اعتبار نہیں رہتی۔

حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے اعداد و شمار کی اصلیت پر ہمیشہ سے ہی ایک سوالیہ نشان رہا ہے۔

بجٹ 15-2014 کے چند اقدامات پر ایک نظر

ہر مالیاتی سال کا وفاقی بجٹ اور مالیاتی بل میکرو اور مائیکرو معاشی سرگرمیوں سے متعلق بے شمار تجاویز اور اقدامات پر مشتمل ہوتا ہے۔ موجودہ بحث ایسے چند اہم اعلانات اور اقدامات کا تجزیہ ہے جنہیں اس بجٹ میں نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے اور جو قومی معیشت اور اہم سماجی و اقتصادی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ایک مجموعی سوچ اور نقطۂ نظر کی غمازی کرتے ہیں۔

ایک اجمالی جائزہ لیا جائے تو سب سے اہم معاملہ انتہائی اہمیت کے حامل توانائی کے شعبے کا بحران ہے۔ حکومت نے سرکاری شعبوں کے ترقیاتی پروگرام میں توانائی کے شعبے کے لیے 200 ارب روپے مختص کیے ہیں۔ یقیناً یہ ایک معقول رقم ہے اور

اس سے ایک بڑی تعداد کے منصوبوں کو منطقی انجام تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ تاہم توانائی کے شعبے کے لیے2014-15 کے بجٹ میں کچھ نیا نہیں ہے اور جو رقم مختص کی گئی ہے اس کا ایک بہت بڑا حصہ پہلے سے جاری منصوبوں کے لیے ہے۔ صرف 5 ارب روپے کی رقم توانائی کے شعبے میں نئے منصوبوں کے لیے رکھی گئی ہے۔ اس کے برعکس 57 ارب روپے سے زیادہ رقم مواصلات کے ڈھانچے میں نئی اسکیموں کے لیے مختص کی گئی ہے جس میں لاہور سے کراچی موٹروے کے لیے 30 ارب روپے کی رقم شامل ہے جسے چین پاکستان کی اقتصادی راہداری کے طویل المیعاد منصوبے کا حصہ بنایا گیا ہے۔ یہاں مواصلات کے ڈھانچے کے لیے رقم مختص کرنے پر تنقید کرنا مقصود نہیں ہے لیکن سوال ترجیحات کا ہے کہ اس وقت ملک کو کسی چیز کی زیادہ ضرورت ہے۔

پاکستان جیسے ملک میں معاشرے کے مالدار طبقے پر بوجھ ڈال کر ٹیکس جی ڈی پی شرح بڑھانے کی حکمت عملی اپنانی چاہیے۔

ایک اور اہم پہلو ادھار کے وسائل پر انتہائی پریشان حد تک انحصار کو جاری رکھنا ہے۔ ملکی بینکوں سے قرضوں کے حصول کے ہدف میں نمایاں کمی ضرور واقع ہوئی ہے اور یہ 376 ارب روپے (2013-14 کا نظر ثانی شدہ تخمینہ) سے کم کر کے 227.9 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اس کمی سے افراطِ زر پر مثبت اثرات مرتب ہونے کی توقع ہے۔ تاہم یہ دیکھنا ابھی باقی ہے کہ کیا ملکی بینکوں سے قرضوں کی رقم واقعی اس حد تک رکھی جاسکے گی کیونکہ حکومت ختم ہونے والے مالی سال میں ملکی بینکوں سے قرض کو 376 ارب روپے (جو کہ اس سال 974 ارب روپے کے ہدف کے نصف سے بھی کم ہے) تک کولیشن سپورٹ فنڈ، سعودی امداد اور 3جی/4جی کی نیلامی سے آنے والی رقم وجہ سے رکھنے میں کامیاب ہوئی۔ اس رقم کی صورت میں مدد اس سال دستیاب نہ ہوسکنے کا امکان ہے۔

مزید یہ کہ اس سال بیرونی وسائل کا تخمینہ 868ارب روپے ہے اور یہ 14-2013 کے مالی سال کے ابتدائی اندازے 576ارب روپے سے نمایاں طور پر زیادہ ہے جو کہ گزرے مالی سال کے نظر ثانی شدہ تخمینے کے بعد 714بلین روپے کی صورت میں سامنے آیا تھا۔ یہ رجحان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حقیقی قرضوں کی رقم موجودہ اندازوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ملک پہلے ہی گزشتہ کئی سالوں سے ادھار کے وسائل پر انحصار کی بھاری قیمت ادا کر رہا ہے۔ اصل ادھار رقم کے ایک چھوٹے سے حصے کی ادائیگی کے ساتھ قومی آمدنی کا تقریباً ایک تہائی حصہ سود کی مد میں ادا ہو رہا ہے۔

معیشت کے مقامی وسائل پیدا کرکے ادھار وسائل پر انحصار کو کافی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ جی ڈی پی پر ٹیکس کا تناسب اس وقت تقریباً 9فی صد ہے جو ایک انتہائی کم زور شرح رہی ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں معاشرے کے مالدار طبقے پر بوجھ ڈال کر

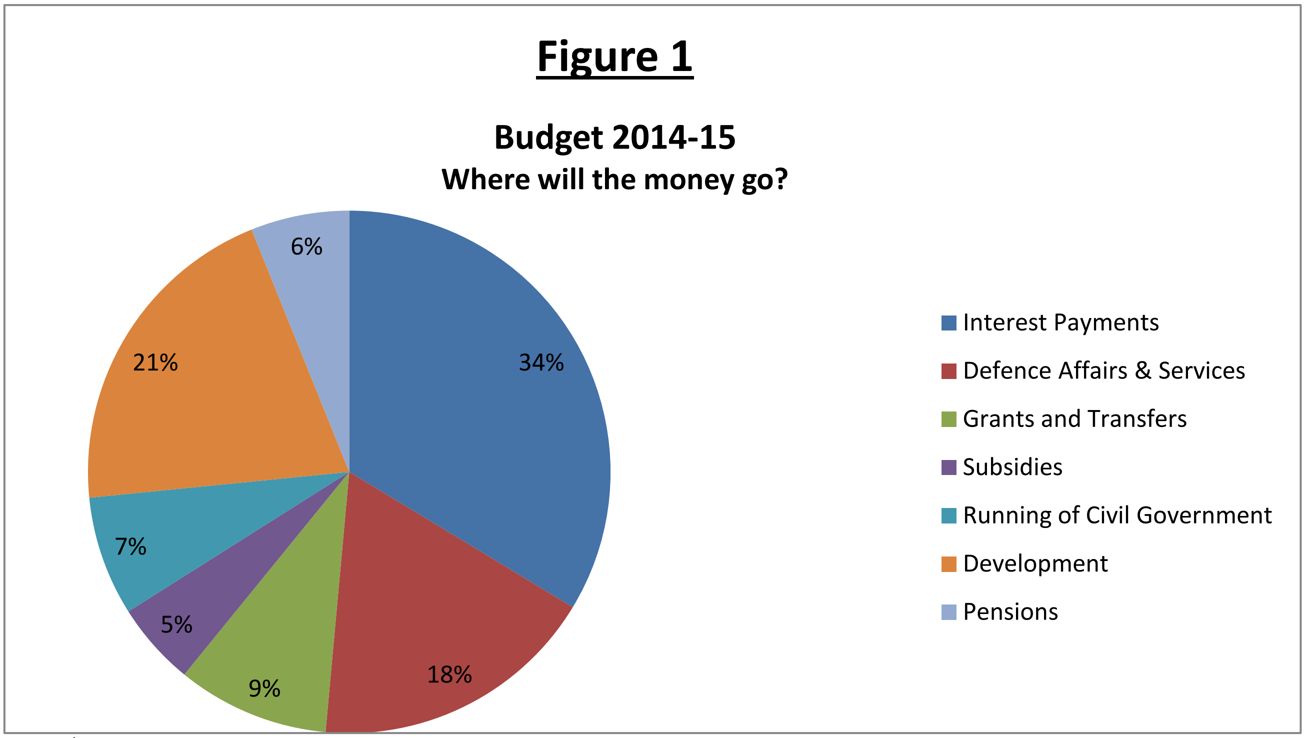

اس شرح کو اوپر لے جانے کا نقطۂ نظر حاوی ہونا چاہیے۔ تاہم اس ضمن میں زیادہ آمدنی والے لوگوں اور مال و دولت پر ٹیکس عائد کرنے کے لیے کوئی بامعنی اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ ٹیکس عائد کرنے کے یہ اقدامات جائیداد کے لین دین، سٹاک مارکیٹوں کے کاروبار، زرعی انکم ٹیکس اور پر تعیش طرز زندگی پر اٹھائے جانے چاہئیں۔

جی ایس ٹی کی بلند شرح اور کئی دوسری ڈیوٹیز اور ٹیکسوں کی بھرمار نے بالواسطہ ٹیکسوں کا ایک ایسا بوجھ معاشرے کے ناتواں طبقے پر ڈال دیا ہے جس سے ان کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے! موجودہ بجٹ میں بھی ٹیکس کے موجودہ حکومتی نظام کے جمود کو توڑنے کے لیے کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ حکومت کی طرف سے غیر رسمی معیشت کو دستاویز کی شکل میں لانے کی خواہش خوش آئند ہے تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ حقیقی مسائل یعنی ٹیکس کی وصولی میں بدعنوانی اور حکومت کی کارکردگی پر بے اعتمادی کو توجہ کے لائق سمجھا جائے۔ حکومت کی کارگزاری میں بہتری لانے سے لوگوں میں حوصلہ پیدا ہوگا اور وہ قومی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرنے کی طرف مائل ہوں گے۔

بجٹ میں کچھ نکات ایسے ہیں جنہیں کاروبار نواز، اقتصادی سرگرمیوں کے لیے مہمیز اور سرمایہ کی تشکیل کے لیے معاون کی صورت میں دیکھا جارہا ہے۔ وزیر خزانہ نے ٹیکسٹائل کی صنعت کے لیے کچھ مزید مراعات کا اعلان کیا ہے جن میں سرمایہ پر محصول کی وصولی میں کمی (برامدآت پر مارک اپ 9.4 فی صد سے کم کر کے 7.5 فی صد)، محصول کی پرکشش شرح اور ٹیکسٹائل مشینری وغیرہ کی بلا محصول درآمدگی پر مزید دو سال کی سہولت شامل ہیں۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ ان تمام اقدامات کے باعث ملک کا سب سے بڑا صنعتی شعبہ مثبت سمت پر چل پڑے گا۔ تاہم یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ٹیکسٹائل کا شعبہ برآمدات میں سب سے زیادہ کما کر دینے والا شعبہ تو ضرور ہے لیکن صنعت و حرفت صرف ٹیکسٹائل ہی نہیں ہے۔ ملک میں موجود دیگر صنعتی شعبوں کو چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے برابر کی حوصلہ افزائی اور مراعات کی فراہمی درکار ہے۔ اس ضمن میں جس شعبے کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے وہ چھوٹی اور اوسط درجے کی کاروباری سرگرمیوں (SMEs) کی سرپرستی ہے جنہیں دنیا بھر میں اقتصادی سرگرمیوں کو بڑھانے اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا اہم ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

> چھوٹے کسانوں کے لئے قرض، لائیو سٹاک اور فصلوں کی انشورنس جیسے حوصلہ افزاء اقدامات سے مثبت نتائج لیے جاسکتے ہیں۔

زراعت آج بھی ملکی معیشت کی بنیاد ہے لہذا اِس پر کسی حد تک نئے سرے سے توجہ مرکوز کرنا خوش آئند ہے۔ چھوٹے کسانوں کے لئے قرض، لائیو سٹاک اور فصلوں کی انشورنس جیسے حوصلہ افزاء اقدامات سے مثبت نتائج لیے جاسکتے ہیں۔ بہر حال زراعت کا تعلق آبی؟ وسائل کی ترقی کے ساتھ جڑا ہوا ہے لہذا اِس سال وفاقی بجٹ میں پانی کے لئے مختص کی جانے والی رقم میں نمایاں کمی حیران کن ہے، جو کہ ستاون ارب روپے سے کم ہو کر بیالیس ارب روپے رہ گئی ہے۔

دفاع کے لئے مختص رقم (پاکستان میں اہم موضوع بحث) 629.5ارب روپے کے نظر ثانی تخمینے کے مقابلے میں سات سو ارب روپے تک بڑھادی گئی ہے۔ دفاعی بجٹ میں 70.5 ارب روپے کا اضافہ ہے جو کہ 11.1 فیصد ہے جبکہ وزارتِ دفاع نے 141 ارب روپے بڑھانے کی درخواست کی تھی۔ بعض حلقوں کی جانب سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ دفاعی بجٹ سماجی شعبے کے لئے مختص کی جانے والی رقم بھی کھا جاتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ دونوں ہی شعبے اپنی اپنی ضرورت کے حوالے سے اہم ہیں۔ پاکستان کی مجموعی معیشت کا حجم کم ہے جس کی وجہ سے دفاعی بجٹ زیادہ نظر آتا ہے، تاہم پاکستان خطے میں جس قسم کی صورتحال کا شکار ہے، یہ دفاعی بجٹ بھی بمشکل ضروریات پوری کرتا ہے۔ بھارت نے اس سال اپنے دفاعی بجٹ میں 10 فیصد اضافہ کیا ہے جبکہ وہاں افراطِ زر تقریباً 5 فیصد ہے۔ پاکستان میں یہ اضافہ 11 فیصد ہے جو کہ افراطِ زر کا بمشکل ہی مقابلہ کر سکتا۔

جہاں تک سماجی شعبوں کے اخراجات کا تعلق ہے، اُس ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد بنیادی طور پر یہ اب صوبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحت و تعلیم کے شعبے کے لئے زیادہ سے زیادہ وسائل مختص کریں۔ صوبے اس جانب کس حد تک عمل پیرا ہیں یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے لیکن وفاق اپنی ذمہ داری سے ہر گز مشتثنی نہیں ہو جاتا، لہذا تعلیم کی مد میں مختص رقم بڑھا کر 24 ارب روپے کر دی گئی ہے۔ اگرچہ مختص رقم بھی معاشرے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ناکافی ہے تاہم اصل مسئلہ کرپشن اور بدانتظامی کا ہے، اور ان شعبوں کی بہتری کے لئے اس پر قابو پانا لازم ہے۔ کرپشن کے خاتمے اور گورننس کو بہتر کیے بغیر بجٹ بڑھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اسلامی بینکاری جیسے اہم شعبے پر حکومتی عدم توجہ مایوس کن ہے۔ نئی آئینی کمیٹی برائے تجاویز کا مقصد مجموعی طور پر اسلامی بینکوں کے اثاثوں کی بڑھوتری اور اسلامی بینکاری کے بہترین مراکز کا قائم کرنا ہے۔ لیکن یہ اقدامات انتہائی ناکافی ہیں۔ یہ سوال بھی اہم ہے کہ اسی کمیٹی اور ان مراکز کے قائم کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اسلامی بینکاری کے اصول اور ان اصولوں کے تحت ہونے والا تمام عملی کام اب مکمل طور پر رائج العمل ہے انہیں اصولوں کی بنیاد پر چلنے والی اسلامی بینکاری اور فنانس انڈسٹری پوری دنیا میں اور پاکستان میں بھی ترقی کی جانب گامزن ہے۔ ایک متوازن سوچ و بچار کے بعد ملک کی فنانس انڈسٹری کو اسلامی فنانس کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے میں مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ ملک میں نئے قائم ہونے والے مالیاتی ادارے جیسا کہ ایگزم بینک کو اسلامی بینکاری اور مالیاتی اصولوں کے تحت ہی کام کریں گے۔ مزید یہ کہ تکافل اداروں کو لائیو سٹاک اور فصلوں سے متعلقہ نئے منصوبے متعارف کرانے چاہیے تاکہ اسلامی مالیاتی انڈسٹری مزید پروان چڑھ سکے۔ وزیر اعظم کی نوجوانوں کے لئے قرضہ سکیم کو بھی انہی اصولوں پر لے کر آگے بڑھنا چاہیے۔

> معاشی اہداف کو حاصل کرنے کے لئے اچھی حکومتی کارکردگی اور تخلیقی سوچ کا ابھرنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں اب تک کیے جانے والے اقدامات خاطر خواہ نظر نہیں آئے۔

سماجی تحفظ کا دائرہ کار پاکستان جیسے معاشرے کی اہم ضرورت ہے جہاں لوگوں کی بڑی تعداد غربت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے لئے مختص رقم 75ارب روپے سے بڑھا کر 118ارب روپے کر دی گئی ہے۔ ماہانہ وظیفہ 1200 سے بڑھ کر 1500 روپے ہو گیا ہے۔ جبکہ منصوبہ بندی کے تحت 5لاکھ نئے گھرانوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔ مجموعی طور پر اس سال 53لاکھ گھرانوں کو یہ وظیفہ دیا جائے گا۔ مختص کی جانے والی رقم میں یہ اضافہ ایک معنی میں مفید اقدام ہے تاہم لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل کرنے کی بجائے اُن میں پیسے کی تقسیم نامناسب ہے۔

جبکہ لوکل سطح پر پیسے کی تقسیم میں سیاسی اثر ورسوخ استعمال کرنے کی اطلاعات بھی موجود ہیں۔ تقسیم ہونے والی اس رقم کے نامعلوم نتائج سامنے رکھتے ہوئے، ضرورت اس امر کی تھی کہ اس پورے پروگرام کا جائزہ لیا جاتا اور کچھ ایسے اقدامات اٹھائے جاتے کہ جن کے نتیجے میں لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو سکتا نیز ایسے منصوبے متعارف کروائے جاتے کہ جن سے لوگ خود کمانے کے قابل ہو جاتے۔

تنخواہوں اور پنشن میں 15 سے 20٪ اضافہ خوش آئند ہے جس میں کم از کم پینشن پانچ ہزار روپے سے بڑھا کر چھ ہزار روپے کر دی گئی ہے۔ بہر حال یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ پینشن کے حصول کے لئے لوگوں کو بہت سی مشکلات کے سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ بڑھائی گئی رقم کے ساتھ اعلان کردہ اقدامات کا ہر سطح پر قانونی تحفظ ضروری ہے تاکہ ایسے اعلانات حقیقت میں تبدیل ہو سکیں۔ سرکاری پینشن کے علاوہEOBI کو بھی کہ اپنی کم از کم پینشن میں اضافہ کرنا چاہیے۔

> لوگوں کی سماجی و معاشی محرمیوں کو دور کرنے لوگوں کا اعتماد بحال کرنے اور اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے بڑے پیمانے پر بنیادی اصلاحات ناگزیر ہیں۔

کیا اہداف حاصل ہو جائیں گے ؟: کم پیمانے کی بچت اور سرمایہ کاری کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترقی کے اہداف کو صرف بڑے منصوبوں پر خرچ کر کے حاصل کرنا مشکل ہو گا۔ جبکہ بظاہر کوئی ایسی قومی منصوبہ بندی نظر نہیں آتی کہ جو بلند آمدنی کے ہدف کو حقیقت بنانے میں مدد کرے۔ نتیجتاً بینکاری قرضوں کے ہدف کو دہرانے کی ضرورت ہے جو کہ افراطِ زر پر اثر انداز ہو گا۔مالیاتی خسارے کوGDP کے 4.9٪ فی صد پر لانے میں بھی عالمی مالیاتی فنڈ کی جانب سے راہنمائی کی جاتی ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے کی جانب سے یہ خسارہ GDPکا 4.1 فی صد پر لانے کا کہا گیا جبکہ حکومت پاکستان 5.4 فی صد کے لئے پر اصرار تھی، تاہم 4.9 فی صد پر اتفاق طے پایا۔ مجموعی طور پر بجٹ میں مختص کی گئی رقوم اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ

خسارے کو 4.9 فی صد تک رکھنا ایک مشکل ہدف ہے جبکہ خدشہ ہے کہ یہ GDP کے 6 فی صد تک جا سکتا ہے۔ سعودی عرب اور 3 جی / 4 جی کی نیلامی سے حاصل ہونے والی رقوم تو 15-2014 میں دوبارہ حاصل نہیں ہوں گی، ایسے اہداف کو حاصل کرنے کے لئے اچھی حکومتی کارکردگی اور تخلیقی سوچ کا ابھرنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں اب تک کیے جانے والے اقدامات خاطر خواہ نظر نہیں آئے۔

وسائل پاکستان کا اصل مسئلہ نہیں بلکہ وسائل کی بدانتظامی اور ترجیحات کا صحیح نہ ہونا اصل مسئلہ ہے۔ موجودہ حکومت کے اقتصادی انتظامات کو دیکھتے ہوئے یہ پتا چلتا ہے کہ حکومت اپنے ہی مقرر کردہ اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے نہ صرف اعدو شمار کی حد تک بلکہ عام آدمی کا معیارِ زندگی بہتر بنانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکی۔ بجٹ 15-2014 کے مقررہ اہداف اگر 100 فی صد بھی حاصل کر لیے جائیں تو بھی ترقی کی شرح اور افراطِ زر کی مد میں کیے گئے وعدے معمولی بہتری ظاہر کرتے ہیں۔ جہاں تک مجموعی خدوخال کی بات کی جائے تو بجٹ میں کسی ایک ترمیم کے ذریعے خاطر خواہ تبدیلی نہیں لائی جا سکتی، یہ بجٹ بھی پہلے کی طرح بعض مخصوص طبقات کے لیے دوست بجٹ ظاہر ہوتا ہے۔ سینئر حکومتی عہدیداران بھی اشارہ کرتے ہیں کہ پاکستان کے لوگ بجٹ سے منسلک اداروں اور ان کے کیے گئے اقدامات پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ لوگوں کی سماجی و معاشی محرمیوں کو دور کرنے لوگوں کا اعتماد بحال کرنے اور اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے بڑے پیمانے پر بنیادی اصلاحات ناگزیر ہیں ساتھ ہی ساتھ شفافیت اور میرٹ کو بنیاد بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ ایک بجٹ ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں کر سکتا لیکن ایک بجٹ بلاشبہ اس جانب ایک پیش رفت ثابت ہو سکتا ہے جبکہ اس بجٹ کے ضمن میں یہ پیش رفت بھی دکھائی نہیں دیتی۔